رمضان کے روزوں اور عبادات کا بڑا گہرا تعلق دُعا اور قبولیت کے ساتھ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸؍دسمبر ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اگر تم دعا کی شرائط کو مدنظر رکھو۔

☆ سچے مومن کی پانچ نشانیوں کا تفصیلی تذکرہ۔

☆ ربوہ والوں کا فرض ہے کہ وہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کیلئے اپنے گھروں کے کچھ حصے وقف کریں۔

☆ ہردم دعا بھی اور کوشش بھی ہونی چاہئے کہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔

☆ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے ٹھہرانے سے آپ کا گھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُر نور نے درج ذیل آیات

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَo (بقرہ:۱۸۷)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌo (الانفال:۷۵)

کی تلاوت فرمائی پھر فرمایا۔

رمضان کے مہینے کا اور رمضان کے روزوں اور عبادات کا بڑا گہرا تعلق دعا اور قبولیت دعا کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے یہ فرمایا ہے کہ روزہ میرے لئے رکھا جاتا ہے ”اور میں خود اس کی جزا ہوں گا“ اور وہ خود ہی اس کی جزا بن جاتا ہے۔ اسے اپنا قرب عطا کرتا ہے اور اپنے پیار اور محبت کا سلوک اس سے کرتا ہے اور پیار اور محبت کے سلوک میں بڑا ہی پیارا سلوک قبولیت دعا کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ قرآن میں ہدایت بھی ہے حکمت بھی ہے نور بھی ہے۔ ہر زمانہ میں ہر مہینہ میں ان قرآنی برکات کے حصول کی کوشش کرتے رہا کرو لیکن رمضان میں آسمان سے رحمتوں کا نزول دوسرے مہینوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے اور قبولیت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ بھی اس مہینہ میں زیادہ حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے آخر میں فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو کثرت سے بیان کرو اور اس کے شکر کی طرف متوجہ ہو اور ”شکر“ میں اور ”کبریائی“ میں دعا اور قبولیت دعا کی طرف اشارہ تھا جسے اس آیت میں کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اگر میرے بندے یہ سوال کریں کہ اللہ کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو انہیں میری طرف سے کہو کہ میں تو قریب ہوں اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اِذَا دَعَانِ رمضان کے روزوں اور دوسری عبادتوں کے نتیجہ میں میں اور بھی قریب ہو گیا اور میرے قرب پر یہ بات شاہد ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں لیکن دعا کو اپنی شرائط کے ساتھ کرنا چاہئے اور دعا کی جو شرائط اسلام نے بتائی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے وہ ساری کی ساری ان دو لفظوں میں آجاتی ہیں کہ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا لیکن بنیادی طور پر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم میرا حکم ماننے والے ہو کوئی ایسی دعا نہ ہو جو میرے اوامر اور نواہی کے خلاف ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ حکم یہ دے کہ ہمسائے سے حسن سلوک کرو اور ہمسایہ بغض اور حسد سے یہ دعا کر رہا ہو کہ خدا اس کو تباہ کرے اس کے بچوں کو مار دے اس کے رزق میں بے برکتی ڈال تو ایسی دعا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہوگی اور ردّ کر دی جائے گی اور قبول نہیں کی جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا اگر تم دعا کی شرط کو مدنظر رکھو اور پہلی شرط یہ ہے کہ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي کہ میرے حکم کو وہ مانیں جو بھی احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیئے ہیں اور جن کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اسوہ میں اور پھر آپؐ کے ارشادات میں پائی جاتی ہے اور جس پر بڑی سیر کن بحث حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں کی ہے ان احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے جو دعا قبول کی جائے گی وہ دعا کی ایک شرط کو پورا کر رہی ہوگی اور اگر باقی شرائط بھی پوری ہوں تو پھر وہ دعا قبول ہو جائے گی۔

دوسری اصولی شرط یہ ہے کہ وَلْيُؤْمِنُوا بِي میری ذات اور میری صفات پر کامل ایمان رکھتے ہوں اگر کسی شخص کے دل میں یہ خیال ہو مثلاً کہ میرا بچہ اس قدر بیمار ہو چکا ہے کہ اللہ بھی اس کو شفا نہیں دے سکتا تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی اس صورت میں اس کی دعا تو سطحی اور محض زبان کے الفاظ ہوں گے جن کے اندر کوئی حقیقت جن کے اندر کوئی روح نہیں پائی جاتی۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اور پیارا ربّ اس کی دعا کو قبول کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حکم کو سامنے رکھے کہ وَلْيُؤْمِنُوا بِي کہ میری ذات اور میری صفات پر کامل ایمان رکھنے کے بعد جو دعا تم کرو گے وہ میں قبول کروں گا مثلاً مجھے قادر مطلق سمجھو گے صرف میری طرف جھک رہے ہو گے اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کو رزاق نہیں سمجھتا اور رشوت پر توکل رکھتا ہے تو اس کی یہ دعا کہ اے خدا میرے

مال میں برکت ڈال قبول نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ کے خلاف ہے۔ ہر دو اصولی شرائط کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کی حکم عدولی بھی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنی میں رزاق بھی نہیں سمجھا گیا۔ جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی صفت ''الرزاق'' کا جلوہ ہوجاتا ہے وہ ہر قسم کے مال حرام سے پرہیز کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میری ساری ضرورتوں کو پورا کرنے والا میرا رب ہے۔

تو یہ دو بنیادی شرائط ہیں جو دو حکموں میں یہاں اللہ تعالیٰ نے بڑے لطیف پیرایہ میں بیان کر دی ہیں کہ اگر ان شرائط کے ساتھ دعا کی جائے گی تو قبول کی جائے گی اور اس سے دو باتیں ثابت ہوں گی۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کے قریب ہے۔ رات کی تنہائی اور خاموشی میں ہم دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور مہربانی سے ان دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو اسلام پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی برکت کے طفیل اپنا قرب عطا کیا ہے۔ کیونکہ قرب دونوں طرف کا ہوتا ہے نا؟ تو جس چیز سے جس علامت سے یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے قریب ہے۔ وہی بات یہ بھی بتا رہی ہوگی کہ وہ بندہ بھی خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگیا ہے۔ یہاں جو لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (تا کہ تم ہدایت کے صحیح مقام پر قائم ہو جاؤ) اور فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ ۔فرمایا ان کی تشریح اور تفسیر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی پچھترویں آیت میں کی ہے جو میں نے ابھی دوستوں کو سنائی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یعنی ''فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ'' میں یہ بتایا تھا کہ مجھ پر ایمان لائیں۔ یہاں اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ حقیقی ایمان لانے والے کون ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومن کی علامتوں میں سے ایک علامت تو اٰمَنُوْا عام ایمان کی بیان کی ہے ایمان کے اصل معنی زبان اور دل کے اقرار اور تصدیق کے ہیں نیز جوارح کی تصدیق یعنی عمل بھی اس دعویٰ کے مطابق ہوں۔ تب حقیقی ایمان بنتا ہے۔ ایک منہ کا ایمان ہے لوگ عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ جی ہم ایمان لائے۔ صرف زبانی دعویٰ ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وَهَاجَرُوْا اور ان تمام باتوں سے رکے رہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور وہ تمام کام کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ کرو۔ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا

اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر اسلامی معاشرہ کو وہ قائم کرتے ہیں اور وہ جو خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں اپنے گھروں کو چھوڑتے ہیں۔ یہ لوگ ان کو اپنے گھروں میں جگہ دیتے ہیں وَنَصَرُوْا اور ہر طرح ان کی مدد کرتے ہیں تو یہ سچے مومن ہیں۔ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔

تو سچے مومن کی پانچ نشانیاں یہاں بیان کی گئی ہیں۔ ایمان کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ لوگ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا تمام وجود ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ ایمان ہے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے یعنی ہم اس اعتقاد اور یقین پر قائم ہوں کہ حقیقی وجود اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور مجھے بطور انسان کے اس لئے بنایا ہے کہ میں اپنا وجود اس کی راہ میں کھودوں اور اپنے ارادوں کو چھوڑ کر اس کے ارادوں اور اس کی رضا کو قبول کرلوں اور اس کی معرفت حاصل کر کے اس کے قرب کی راہوں پر چلنے کی کوشش کروں اور میرے دل میں سوائے اس پاک ذات کی محبت کے کسی اور کی محبت باقی نہ رہے۔ یہ کامل ایمان ہے جس کی طرف وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں اٰمَنُوْا کا لفظ اشارہ کر رہا ہے۔

اور دراصل اس کی دو کیفیتوں کو زیادہ وضاحت کے ساتھ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا میں بیان کیا گیا ہے هَاجَرُوْا میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جائے اور اس کی اپنی کوئی خواہش یا اپنا کوئی ارادہ باقی نہ رہے اور وہ کلی طور پر ہر اس چیز سے پرہیز کرنے والا ہو جس سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔ پس نفس امارہ کے تمام حکموں کو ٹھکرا دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کی پابندی کرنے والا اور تمام حکموں کو ماننے والا ہی پکا مومن ہوتا ہے اور پکے مومنوں کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لگا دیتے ہیں اور اپنی ہر ایک قوت اور خداداد توفیق سے وہ حقیقی نیکیوں کو بجا لاتے ہیں اور باطنی اور ظاہری قویٰ سارے کے سارے خدا کیلئے اور اس کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں۔ تو غیر اللہ کی ہر بات ماننے سے انکار اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر اپنا سب کچھ قربان کر دینا اس طرف هَاجَرُوْا اور جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقی مومن کی علامت یہ ہے کہ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں اور اپنے گھروں کے دروازے اپنے بھائیوں کے لئے کھولنے والے ہیں۔ ایک تو وہ

لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے سب کچھ اپنے شہروں میں چھوڑ دیا (زیادہ تر مکہ میں) اور مدینہ کی طرف وہ ہجرت کر گئے ان مومنوں کو مدینہ میں رہنے والے انصار نے پناہ دی اور اپنے گھر میں ان کو ٹھہرایا اور وہ یہاں تک تیار تھے کہ اگر خدا کا یہی منشا ہو کہ ہم اپنا سب کچھ نصف نصف کر کے نصف اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ یہاں تک کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہو کہ اگر ہماری دو بیویاں ہیں تو ہم ایک کو طلاق دے دیں اور اپنے بھائی سے یہ خواہش رکھیں کہ وہ اس بیوی سے عدت گزرنے پر شادی کر لے تو یہ بات بھی ہم کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لیکن صرف اس حد تک اس لفظ کے معنی کو محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ جب بھی ایک مسلمان بھائی کو ضرورت پڑے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا پر عمل کرنے والے ہوں۔ یعنی جب بھی ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے اور کسی دوسرے مقام تک پہنچے تو اس دوسرے مقام پر رہنے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کو اپنے مکانوں میں رہائش کے لئے جگہ دیں۔ جیسا کہ اب جلسہ سالانہ آ رہا ہے جلسہ سالانہ پر باہر سے آنے والے سردی کی شدت برداشت کرتے ہوئے اور اپنے بچوں کو اور بیویوں کو انتہائی جسمانی تکلیف میں ڈالتے ہوئے ربوہ میں پہنچتے ہیں۔ ربوہ میں آنے کی غرض یا مرکز سلسلہ میں پہنچنے کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ یہاں وہ دنیا کمانا چاہتے ہیں وہ محض خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اور قرآن کریم کے احکام کو سننے کے لئے اور اپنے بھائیوں سے ملنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے جو فضل سال کے دوران جماعت پر ہوتے رہے ہیں ان کو دیکھنے اور ان کا حال سننے کے لئے آتے ہیں وہ صرف اس لئے آتے ہیں اور صرف اس لئے یہ تکالیف برداشت کرتے ہیں کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو جلسہ پر بلایا تو وہ آواز آپ کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وہ آواز تھی۔ اسی لئے دوست بڑی کثرت سے آتے ہیں۔ ظاہری طور پر بڑا دکھ اٹھا کے اور بڑی قربانی دے کر آتے ہیں اور ہر قسم کی کوفت اور تکلیف یہاں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن ہم انہیں جو سہولت اور آرام پہنچا سکیں وہ تو ہمیں پہنچانا چاہئے (ربوہ کے رہنے والوں کو) اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا کے ماتحت!!!

میں کئی سال افسر جلسہ سالانہ کی خدمت بھی بجا لاتا رہا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ لکھ پتی جن کی اپنے شہروں میں بڑی بڑی کوٹھیاں خدا کے فضل سے بنی ہوئی ہیں یہاں ان کو سارے خاندان کے لئے میاں

بیوی اور بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا کمرہ یا ایک غسل خانہ ہی جس میں پرالی پڑی ہوئی ہو مل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر بجالاتے ہیں۔ پس ربوہ والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ان مہمانوں کے لئے اپنے گھروں کے کچھ حصے وقف کریں اور جلسہ سالانہ کے انتظام میں انہیں دے دیں۔ یہ بھی ان کا فرض ہے کہ جب وہ اپنے مکان کا ایک کمرہ یا دو کمرے وقف کر چکیں تو پھر وقت پر دینے سے انکار نہ کریں کیونکہ اس سے بہت زیادہ تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے ہمارے مہمان کو بھی اور منتظمین جلسہ کو بھی۔ منتظم مطمئن ہوتے ہیں کہ ہم نے فلاں بھائی کے خاندان کے لئے انتظام کر دیا ہے وہ مطمئن ہوتا ہے کہ میرے لئے جگہ کا انتظام ہے لیکن جب وہ ربوہ پہنچتے ہیں تو گھر والے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے فلاں واقف آ گئے تھے جن کا پہلے پتہ نہیں تھا وہ کمرہ یا کمرے جو آپ کو دیئے ہوئے تھے وہ تو ہم نے اپنے رشتہ دار یا دوست کو دے دئے یا واقف کو دے دیئے۔ بچارے کو انتہائی کوفت اور پریشانی اٹھانی پڑتی ہے اور آپ گنہگار ہوتے ہیں وعدہ کرتے ہیں اور پورا نہیں کرتے اور اپنے بھائیوں کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں ایک حقیقی مومن کی جو علامت اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں جگہ دیتے ہیں (اپنے ضرورت مند بھائیوں کو) اس کی خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں اور اپنے اس فعل سے اس بات پر مہر لگا رہے ہوتے ہیں کہ آپ اس حد تک حقیقی مومن نہیں (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے آپ ہمیشہ محفوظ رہیں۔ ہر دم دعا بھی اور کوشش بھی ہونی چاہئے کہ) ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والے ہوں)

جلسہ قریب آ رہا ہے اور اس کے انتظام شروع ہو چکے ہیں میں اپنے دوستوں سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ان بھائیوں کے لئے جو خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے محض دین کی خاطر اور خدا تعالیٰ کی باتیں سننے کے لئے یہاں آتے ہیں اپنے مکانوں کا ایک حصہ وقف کریں اور انتظام جلسہ کے سپرد کریں تاکہ وہ انتظام کے ماتحت استعمال کئے جا سکیں اس سے آپ اپنے گھروں کو دراصل مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کا ایک حصہ بنا لیں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ وَسِّعْ مَكَانَكَ تو اس میں صرف آپؑ ہی مخاطب نہیں بلکہ ہر وہ جو آپؑ کی سنت پر عمل کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے منشاء کو سمجھنے والا اور اس منشاء کے مطابق اپنے گھر میں وسعت پیدا کرنے والا ہے وہ بھی اس کا مخاطب ہے۔

تو اگر آپ جلسہ کے موقع پر یا دوسرے موقعوں پر جب جماعت کو مکان کی ضرورت پڑتی ہے اپنے مکان وقتی طور پر سلسلہ کے لئے دیں تو مالی لحاظ سے تو آپ کو کوئی نقصان نہیں لیکن بے انتہاء ثواب آپ کما رہے ہوتے ہیں اور ان تمام برکتوں کے وارث بن رہے ہوتے ہیں جن برکتوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے کہا کہ میں تیرے گھر پر نازل کروں گا کیونکہ اس طرح آپ کا گھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کا ایک حصہ بن جاتا ہے تو زیادہ سے زیادہ مکان یا ان کے حصے جلسہ سالانہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے لئے پیش کریں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتی عمارتیں بھی ہر سال کچھ نہ کچھ بڑھتی ہی رہتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ہر سال ہی مکانیت میں زیادتی اور وسعت پیدا ہو جانے کے باوجود ’’مکان‘‘ تنگ ہو جاتا ہے اور مہمان زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ تو ہوتا ہی رہے گا تا کہ یہاں کے رہنے والے بھی اور آنے والے بھی مکان کی تنگی کے نتیجہ میں ہمیشہ ثواب حاصل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنی پوری شان کے ساتھ پورا ہوتا رہے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ۱۶؍دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۴)

☆......☆......☆